تفضیل مرتضیٰ بر شیخین

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرات شیخینؓ
پر فضیلت دینے کی شرعی حیثیت

تحریر

مفتی عبید الرحمان صاحب

رئیس دارالافتاء والارشاد، مردان

مکتبہ دارالتقویٰ، مردان

استفتاء

باسمہ تعالیٰ:

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ اگر کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ گناہ ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ یہ کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اجتہادی مسئلہ ہے اور احادیث میں چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل زیادہ ہے، اس لئے ان کو افضل قرار دینے میں حرج نہیں ہے؟ اس پر تحقیقی فتوی کی درخواست کی جاتی ہے۔ ان دونوں صحابہ کرام میں سے افضل کونسا ہے؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر کوئی شخص اس کی مخالفت کرے تو کیا حکم ہے؟

سائل: محمد شعیب، نہر چوک، مردان

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداو مصلیاو مسلما

جواب سے پہلے تمہید کے طور پر واضح رہے کہ تفضیل کا درج بالا قضیہ ان ضروری مسائل وعقائد میں سے نہیں ہے جن کے مطابق اعتقاد رکھنے کو شریعت نے ہر شخص پر لازم قرار دیا ہو، اگر کہیں کسی وجہ سے اس کی ضرورت در پیش بھی ہو جائے تو بھی احتیاط کے ساتھ گفتگو کرنا ضروری ہے تاکہ کسی ایک شخصیت کی تفضیل دوسری شخصیت کی تذلیل / توہین وغیرہ کا سبب نہ بنے۔

اس ضروری تمہید کے بعد اصل سوال کے جواب کو درج ذیل تین باتوں / نکات کے اندر ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی بات: نقلِ اجماع

متعدد اہل علم نے اس بات پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہے، بعض نے اس کو "اہل حق "کا، بعض نے "اہل سنت "کا جبکہ بعض نے جمہور / جماہیر اہل علم کا اجماع قرار دیا ہے۔ درج بالا بات پر اجماع نقل کرنے والے حضرات میں سے حضرت امام شافعی، امام نووی، امام قرطبی، علامہ ابن القطان، علامہ ابن حجر ہیتمی، حضرت مجدد

الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی (رحمہم اللہ) سرفہرست ہیں، یہاں سہولت کے لئے ان حضرات کی مختصر عبارتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

اہل علم کی ان عبارات کو ذکر کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہے کہ بعض روایات کے مطابق خود حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں بھی اس بات پر اتفاق تھا، چنانچہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ "صحیح بخاری" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

«كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ»[1]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ کے زمانے میں جب ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو ہم سب میں افضل اور بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے"۔

اصولی لحاظ سے جب کوئی صحابی "کنّا" کے صیغہ کے ساتھ کوئی بات نقل کرتے ہیں تو اس سے حضرات صحابہ کرام کا باہمی اتفاق نقل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اس کے بعد اس اجماع سے متعلق اہل علم کی چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اپنی کتاب "الاعتقاد" میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] باب مناقب المهاجرين وفضلهم، ج٤، ص٥

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهَّ الْحَافِظُ ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، أنا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا الشَّافِعِيُّ، وَهُوَ يَحْتَجُّ فِي تَثْبِيتِ خَبَرِ الْوَاحِدِ، قَالَ: وَمَا أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ الْخَلِيفَةُ وَاحِدًا فَاسْتَخْلفُوا أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ ثُمَّ عُمَرُ أَهْلَ الشُّورَىٰ لِيخْتَاروا وَاحِدًا فَاخْتَارَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَرُوِّينَا عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهَّ صَلَّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيٍّ[1]

ترجمہ:"حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ: اجماعی مسائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خلیفہ ایک ہوگا، اسی بنیاد پر صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا، پھر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ نے اہل شوریٰ کو مقرر کیا تاکہ کسی امیر کا انتخاب کریں، تو حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ کا انتخاب کیا۔ حضرت امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، اور پھر حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "فتح الباری" میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] باب ذکر اسماءاللہ وصفاته،ص۳٦۸

نقل البيهقي في الاعتقاد بسنده إلى أبي ثور عن الشافعي أنه قال أجمع الصحابة وأتباعهم على أفضلية أبي بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي[1]

ترجمہ:"حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ: تمام صحابہ کرامؓ اوران کے تابعین کااس پر اتفاق ہے کہ: سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، اور پھر حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں"۔

علامہ عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ "الفرق بین الفرق "میں اہل سنت کے اجماعی مسائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَقَالُوا بامامة أَبى بكر الصّديق بعد النبى صلى الله عَلَيْهِ وَسلم خلاف قَول من اثبتها لعلى وَحده من الرافضة وَخلاف قَول الروندية الَّذين أثبتوا إِمَامَة الْعَبَّاس بعده وَقَالُوا بتفضيل أَبى بكر وَعمر وعَلى من بعدهمَا وَإِنَّمَا اخْتلفُوا فِي التَّفَاضُل بَين على وَعُثْمَان رضى الله عَنْهُمَا[2]

ترجمہ:"روافض کے اس قول کے برخلاف کہ: خلافت صرف حضرت علی رضی اللہ کا حق تھا،اورروندیہ فرقہ کے برخلاف کہ وہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کا حق دار حضرت عباسؓ کو قرار دیتے ہیں اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے کہ: نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ نیز اہل سنت والجماعت حضرات

---

[1] باب فضل ابي بكربعدالنبي عليه السلام، ج٧،ص١٧

[2] الفصل الثالث في بيان اصول التي اجتمعت عليها اهل السنة،ص٣٤١

رضی اللہ عنہما میں کون افضل ہے؟ اس بارے میں ان کا جزئی اختلاف ہے"۔

امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الإمام أبو عبد الله المازري اختلف الناس في تفضيل بعض الصحابة علىٰ بعض فقالت طائفة لا نفاضل بل نمسك عن ذلك وقال الجمهور بالتفضيل ثم اختلفوا فقال أهل السنة أفضلهم أبو بكر الصديق وقال الخطابية أفضلهم عمر بن الخطاب وقالت الراوندية أفضلهم العباس وقالت الشيعة علي واتفق أهل السنة علىٰ أن أفضلهم أبو بكر ثم عمر قال جمهورهم ثم عثمان ثم علي وقال بعض أهل السنة من أهل الكوفة بتقديم علي علىٰ عثمان والصحيح المشهور تقديم عثمان قال أبو منصور البغدادي أصحابنا مجمعون علىٰ أن أفضلهم الخلفاء الأربعة علىٰ الترتيب المذكور[1]

ترجمہ: "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپس میں فضیلت کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم اس بارے میں کسی کو افضل قرار دینے کے قائل نہیں، بلکہ اس بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ البتہ

کے نزدیک صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہے۔ خطابیہ کے نزدیک سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

---

[1] كتاب فضائل الصحابة، ج١٥، ص١٤٨

ہے۔راوندیہ کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہے۔روافض کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ سب سے افضل ہے۔کوفہ کے بعض اہل سنت کے نزدیک حضرت علی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہے مگر صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ مقدم ہے۔امام ابو منصور بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات خلفاء راشدین خلافت کی ترتیب کے مطابق افضل ہیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اتفاق ہے، حضرت امام نووی رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت ابو منصور بغدادی نے بھی اس بات پر اپنے "اصحاب" کا اجماع نقل فرمایاہے۔

علامہ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ "الاقناع فی مسائل الاجماع" میں تحریر فرماتے ہیں:

٢٠٠ - وأجمعوا على أن كل من صحب النبي صلى الله عليه وسلم - ولو ساعة - أو رآه - ولو مرة - مع إيمانه به وبما دعا إليه أفضل من التابعين بذلك.[١]

ترجمہ:" اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے بھی ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو یا آپ ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہو تو وہ تمام تابعین (اور باقی امت) سے افضل ہے"۔

---

[١] ذكر الصحابة رضوان عليهم، ج١ص٥٨

علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم قرطبی رحمہ اللہ "تلخیص مسلم" کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

وإذا تقرر هذا فالمقطوع بفضله، وأفضليته بعد رسول الله -صلى الله عليه وسلم- عند أهل السُّنَّة – وهو الذي يقطع به من الكتاب والسُّنَّة – أبو بكر الصِّدِّيق، ثم عمر الفاروق، ولم يختلف في ذلك أحدٌ من أئمة السَّلف، ولا الخلف، ولا مبالاة بأقوال أهل الشيع، ولا أهل البدع، فإنهم بين مُكفَّر تُضرب رقبته، وبين مبتدع مُفسَّق لا تُقبل كلمته، وتدحض حُجَّته.[1]

ترجمہ:"اہل سنت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد قطعی دلائل کی روشنی میں

بعد حضرت عمر فاروق ہے۔اس بارے میں سلف اور خلف میں سے کسی کا اختلاف نہیں۔ نیز روافض اور اہل بدعت کے قول کا اعتبار نہیں، کیونکہ ان میں سے بعض تو کافر اور واجب القتل ہیں جبکہ بعض بدعتی فاسق جن کی بات کا نہ کوئی اعتبار ہے نہ اس کی دلیل کارگر ہے"۔

یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ " افضلیت صدیق" اہل سنت کا اتفاقی عقیدہ ہے، جس پر سلف وخلف کا اتفاق ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ "الصواعق المحرقة" لکھتے ہیں:

---

[1] باب فضائل ابي بكر الصديق واستخلافه، ج٦،ص٢٣٨

اعْلَم أَن الَّذِي أطبق عَلَيْهِ عُظَمَاء الْملَّة وعلماء الْأمة أَن أفضل هَذِه الْأمة أَبُو بكر الصّديق ثمَّ عمر ثمَّ اخْتلفُوا فالأكثرون وَمِنْهُم الشَّافِعِي وَأحمد وَهُوَ الْمَشْهُور عَن مَالك أَن الْأَفْضَل بعدهمَا عُثْمَان ثمَّ عَليّ رَضِي الله عَنْهُم وَجزم الْكُوفِيُّونَ وَمِنْهُم سُفْيَان الثَّوْريّ بتفضيل عَليّ على عُثْمَان وَقيل بِالْوَقْفِ عَن التَّفَاضُل بَينهمَا وَهُوَ رِوَايَة عَن مَالك[1]

ترجمہ: "امت مسلمہ کے علماء اور بزرگوں کا جس بات پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ: اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق ہیں۔ اس کے بعد اختلاف ہے: حضرت امام شافعی امام احمد اور حضرت امام مالک کے مشہور قول کے مطابق حضرات شیخین کے بعد امت میں افضل حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اہل کوفہ جن میں سے امام سفیان ثوری بھی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ کو حضرت عثمان رضی اللہ سے افضل قرار دیتے ہیں اور امام مالکؒ کا ایک قول اسی طرح ہے"۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ایک اہم مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے، چنانچہ اس کو اکابر ائمہ نے نقل کیا ہے، جن میں سے ایک امام شافعیؒ ہیں، شیخ ابو الحسن اشعری، جو اہل سنت کے سردار ہے، فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت باقی

---

[1] الباب الثالث في بيان افضلية ابي بكر على سائر هذه الامة، ج١، ص١٦٩

تمام امت پر یقینی ہے، دوسرے صحابہ پر شیخین کی افضلیت کا انکار سوائے جاہل یامتعصب کے اور کوئی نہیں کرتا۔(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب ۶۷، ج۳ص ۲۴۲، اردو ترجمہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب)

دوسری بات: اجماع سے متعلق چند غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ

درج بالا سطور میں جو اجماع نقل کیا گیا ہے، اس کے متعلق متعدد غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔

بسا اوقات تو خود اس اجماع کا ہی انکار کیا جاتا ہے اور دلیل کے طور پر بعض لوگوں کے اقوال اس کے خلاف نقل کئے جاتے ہیں جن میں سیدنا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجماع دور سلف کا ہے، لہٰذا بعد کے اہل علم میں سے اگر کوئی شخص یا چند اشخاص اس کے خلاف بھی کرتے ہیں تو بھی اس کی وجہ سے اجماع متاثر نہیں ہوتا۔ نیز اجماع کے لئے امت مسلمہ کے ہر ہر فرد کا اتفاق کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ راجح قول کے مطابق صرف اہل علم واجتہاد کا اتفاق ہی کافی ہوتا ہے، لہٰذا اگر کہیں سلف کے دور میں بھی بعض لوگوں کا اس کے خلاف اعتقاد رکھنا ثابت ہوتا ہے تو بھی اس کی وجہ سے اس وقت تک اجماع متاثر نہیں ہوگا جب کہ ان کا اہل اجتہاد میں سے ہونا معلوم نہ ہو۔

دوسری غلط فہمی

دوسری غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ اس اجماع پر دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ یہ اجماع کس دلیل کی بنیاد پر منعقد ہوا تھا؟ قرآن وسنت میں تو صراحت کے ساتھ ایسا کوئی نص موجود نہیں ہے تو پھر اجماع کی بنیاد کیا دلیل تھی؟

اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ اجماع اپنے تحقق میں اگرچہ شرعی دلیل کا محتاج ہوتا ہے لیکن جب ایک مرتبہ اجماع منعقد ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی دلیل سمجھنا ضروری نہیں رہتا۔ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "اجماع" مستقل مصدر شرعی ہے جس سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں، اس کے ذریعے کسی حکم شرعی کو ثابت کرنے کے لئے مستقل نص کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ "الاقناع فی مسائل الاجماع" میں تحریر فرماتے ہیں:

٢٦٢ - وأجمع الجمهور الأعظم أن الإجماع من علماء أهل الإسلام حجة لازمة وحق مقطوع به لا يسع خلافه.

٢٦٣ - والاتفاق على لزوم الجماعة من الجميع، ولا مخالف في ذلك...

٢٦٥ - وأجمعوا أنه لا يجوز لأحد أن يخرج على أقاويل السلف فيما أجمعوا، وعما اختلفوا فيه أو تأويله، فإن الحق لا يجوز أن يخرج عن أقاويلهم.[1]

ترجمہ:"جمہور کے نزدیک اہل علم کا اجماع قطعی حجت اور دلیل ہے جس کی مخالفت جائز نہیں۔ نیز اہل سنت والجماعت کا اتباع بھی سب پر لازم ہے اوران کی مخالفت ناجائز ہے۔ نیز اس بات پر بھی اجماع ہے کہ سلف نے جس بات پر اجماع کیا ہے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ جس بات میں ائمہ سلف کا اختلاف ہو یا جس تاویل میں ان کا اختلاف ہو تو حق ان کے قول کے علاوہ میں نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ "الصواعق المحرقۃ" میں تحریر فرماتے ہیں:

إِن قلت مَا مُسْتَند إِجْمَاعهم على ذَلِك؟ قلت الْإِجْمَاع حجَّة على كل أحد وَإِن لم يعرف مُسْتَنده لِأَن الله عصم هَذِه الْأمة من أَن تجْتَمع على ضَلَالَة وَيدل لذَلِك بل يُصَرح بِهِ قَوْله تَعَالَى وَيتبع غير سَبِيل الْمُؤمنِينَ نوله مَا تولى ونصله جَهَنَّم وَسَاءَتْ مصيرا النِّسَاء ١١٥

ترجمہ:"اگر کوئی سوال کرے کہ اس اجماع کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع بذات خود ہر کسی کے لیے دلیل ہے اگرچہ وہ اس کی دلیل سے واقف نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے محفوظ رکھا ہے، اس کی دلیل بلکہ صراحت باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ہے:"اور سب مسلمانوں کے

---

[1] ذكر الإجماع،ج١،ص٦٩،٦٨

راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈال دینگے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے"۔

تیسری غلط فہمی

تیسری غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ اس بات پر اگرچہ اتفاق ہے تاہم یہ ضروری نوعیت کا اتفاق نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک مستحسن امر کی سی ہے جس کی مخالفت کرنے سے کوئی گناہ گار نہیں ہوتا، اہل سنت اور اہل حق کے متعدد نظریات ایسے ہیں جو ہیں تو حق، لیکن اس کی مخالفت گناہ وگمراہی کا موجب نہیں ہے، یہ عقیدہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجماع اس معنی میں اگرچہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے لئے اس کو سمجھنا اور پھر اس کے مطابق اعتقاد رکھنا فرض عین کے درجے میں ہو، تاہم اس معنی میں ضروری ہے کہ اس کے خلاف اعتقاد رکھنا شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے۔

اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی کتاب "المفہم" میں ذکر ہو چکی ہے، دوسری بڑی وجہ فقہائے کرام کی عبارات ہیں جو "تیسری بات" کے ضمن میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

تیسری بات: فقہائے کرام کی آراء

حضرات فقہائے کرام نے عموماً اور حنفیہ نے خاص طور پر اس "تفضیل شیخین" رضی اللہ عنہما کے اعتقاد کو اہل سنت اور اہل حق کے امتیازی علامات وعقائد میں سے شمار فرمایا ہے، امتیازی علامات کا لازمی مفہوم یہی ہوتا ہے کہ اس کے خلاف

اعتقاد رکھنا اہل باطل کا عقیدہ ہو، فقہائے حنفیہ نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے۔
یہاں مثال کے طور پر چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

"معین الحکام" میں ہے:

وفي المنتقى: سئل أبو حنيفة عن مذهب أهل السنة والجماعة فقال: أن تفضل الشيخين وتحب الحسنين وترى المسح على الخفين وتصلي خلف كل بر وفاجر، والله الهادي. من الخلاصة.[1]

ترجمہ: "حضرت امام ابو حنیفہؒ سے اہل سنت کے مذہب کے بارے میں سوال ہوا (کہ اس کی علامت کیا ہے ؟) تو فرمایا کہ: حضرات شیخین کی فضیلت کا قائل ہونا، حضرات حسنین کے ساتھ محبت کرنا، موزوں پر مسح جائز سمجھنا، اور ہر نیک وبد کے پیچھے نماز (فی نفسہ) جائز سمجھنا (یہ اس وقت اہل سنت کی بڑی بڑی علامتیں ہیں)

"بحر" میں ہے:

وقال شيخ الإسلام الدليل على أن منكر المسح ضال مبتدع ما روي أن أبا حنيفة سئل عن مذهب أهل السنة والجماعة فقال هو أن تفضل الشيخين وتحب الختنين وترى المسح على الخفين، وإنما لم يجعله واجبا؛ لأن العبد مخير بين فعله وتركه كذا قالوا[2]

ترجمہ: "حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ: موزوں پر مسح جائز ہونے کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے، کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ ان سے اہل

---

[1] معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام ،فصل في من سب ازواجه او اصحابه عليه السلام، ج٢،ص٤٣٨

[2] البحر الرائق ،كتاب الجنائز، ج١،ص١٧٣

سنت والجماعت کے مذہب کے بارے میں سوال ہوا(کہ اس کی علامت کیا ہے ؟)توفرمایا کہ: حضرات شیخین کی فضیلت کا قائل ہونا،حضرات حسنین کے ساتھ محبت،موزوں پر مسح جائز سمجھنا۔انہوں نے اس کو(عملا)واجب قرار نہیں دیا کیونکہ بندہ کو مسح کرنے نہ کرنے کا اختیار بہر حال حاصل ہے(تاہم روایات میں وارد ہونے کی وجہ سے اسے جائز سمجھنا ضروری ہے)

"فتح القدیر"میں ہے:

وفي الروافض أن من فضل عليا على الثلاثة فمبتدع، وإن أنكر خلافة الصديق أو عمر – رضي الله عنهما – فهو كافر.[1]

ترجمہ:"خلفاء ثلاثہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دینے والے روافض گمراہ ہیں،البتہ ان میں سے جو حضرات شیخین کی خلافت کا منکر ہو تو وہ کافر ہیں"۔

"معین الحکام"میں ہے:

الرافضي إن كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر، وإن كان يفضل عليا على أبي بكر وعمر – رضي الله عنهما – لا يكون كافرا، لكنه مبتدع.[2]

ترجمہ:"اگر کوئی (ملعون)رافضی حضرات شیخین کو گالی دیتا ہے،یا ان پر لعن طعن کرتا ہے تو وہ کافر ہے،البتہ اگر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فضیلت کا قائل ہو تو کافر تو نہیں البتہ بدعتی(اور گمراہ ضرور)ہے"۔

"بحر"میں ہے:

---

[1] فتح القدير ،كتاب الصلاة ،باب الإمامة،ج١،ص٣٥٠

[2] معين الحكام فصل فيمن سب أزواجه أو اصحابه عليه السلام،ج٢،ص٤٣٨

قد صرح في الخلاصة والبزازية بأن الرافضي- إذا سب الشيخين وطعن فيهما كفر وإن فضل عليا عليهما فمبتدع [1]

ترجمہ:"خلاصۃ الفتاوی اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ:اگر کوئی(ملعون)رافضی حضرات شیخین کو گالی دیتاہے،یاان پر لعن طعن کرتاہے تووہ کافرہے،البتہ اگر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کوان پر فضیلت کا قائل ہوتوکافر تونہیں البتہ بدعتی (اور گمراہ ضرور)ہے"۔

"فتاوی شامی"میں ہے:

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي، أو أن جبريل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته في كتابي تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام.[2]

ترجمہ:"اگرکوئی رافضی(ملعون)حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوخدا سمجھتاہے،یاحضرت جبریل علیہ السلام کاوحی کے سلسلہ میں غلطی کا قائل ہو،یاحضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کی صحابیت کامنکر ہو،یاامی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتاہوتووہ کافرہے،کیونکہ وہ دین کی بنیادی قطعی باتوں کی مخالفت

---

[1] باب احكام المرتدين،توبة الساحر،ج٥،ص١٣٦

[2] كتاب النكاح،فصل في المحرمات،ج٣،ص٤٦

ہو، یاصحابہ کرام کو گالی دیتاہو تو وہ بدعتی (اور گمراہ) ہے کافر نہیں جیسا کہ تفصیل" تنبیہ الولاۃ" میں موجود ہے"۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر ا فضلیت پر دور سلف کا اجماع واتفاق رہاہے، اس کے خلاف اعتقاد رکھنا شرعاً ممنوع ہے بلکہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک ایسا کرنا بدعت (فی االاعتقاد) ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبید الرحمن عفی عنہ

دار الافتاءوالارشاد، مردان

۵ذی القعدة۴۵ھ